مولوی محمد عبدالرحمن البازی

دنیائے علم کا مینار

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی طیب اللہ آثارہ

(قسط نمبر 2)

مختلف علوم وفنون میں تصنیفات وتالیفات دوصد سے متجاوز ہیں، بعض تالیفات کئی جلدوں میں ہیں، بعض مطبوع ہیں اور بعض غیر مطبوع۔ طباعت کتب بہت زیادہ اسباب کی مقتضی ہے۔ ایک عالم دین کے پاس ان اسباب کا حاصل ہونا نہایت مشکل ہے۔ امام کعبہ عبداللہ بن سبیل ایک مرتبہ علماء کی مجلس میں فرمانے لگے "کہ میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دنیا بھر کے علماء میرے پاس آتے ہیں مگر اس وقت میری تحقیق کے مطابق کل علماء ارض میں کوئی ایسا عالم دین موجود نہیں جو مولانا روحانی بازیؒ کی طرح محقق اور متنوع الفنون ومتنوع التالیف ہو۔

پاکستان کے علماء کبار سے خراج تحسین حاصل کرنے کے علاوہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف علمیہ بیرون ملک مملکت سعودیہ، افغانستان، ایران، ہندوستان، بنگلہ دیش، یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک عربیہ کے علماء اور دانشوروں میں بھی بہت مقبول ہیں اور نہایت اکرام واعزاز کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ مکہ مکرمہ کے عالم کبیر علامہ فنون شیخ امین کتبی مرحوم نے جب مولانا الروحانی البازی کی بعض تصانیف دیکھیں تو غائبانہ طور پر بغیر ملاقات کے اور بغیر سابقہ تعلق کے فرمایا: "هذا الشيخ محمد موسى الروحاني البازي نحوي عروضي صرفي جامع" علامہ شیخ امین کتبی مرحومؒ کا بلند علمی مقام وجامعیت علوم کل مملکت سعودیہ میں مسلمہ ہے۔ وہ بہت کم کسی عالم کے علم سے متاثر ہوتے ہیں۔ مملکت سعودی عرب اور دیگر ممالک عربیہ کی یونیورسٹیوں میں پاک وہندوغیرہ عجمی ممالک کے کئی طلباء زیر تعلیم ہیں۔ وہ طلباء بطور فخر وبطور اظہار مسرت بتاتے ہیں کہ دیار عرب کے شیوخ وعلماء جب بطور اعتراض کہتے ہیں کہ عجمی علماء یعنی پاک وہند کے علماء فصیح وبلیغ عربی لکھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو ہم انکی تردید کرتے ہوئے مولانا

روحانی بازیؒ کی بعض عربی تصانیف دکھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایک عجمی کی عربی تصانیف ہیں۔وہ شیوخ و علماء ان کتابوں کی فصیح و بلیغ عربی دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولانا شیخ محمد موسیٰ الروحانی البازی دیار عرب کے ادیب اریب عالم ہیں۔ مولانا شمس الحق افغانیؒ کا بلند علمی مقام پاکستان کے علماء میں مسلم ہے وہ بہت کم کسی عالم کے علم سے متاثر ہوتے تھے، فرماتے تھے کہ مولانا شیخ محمد موسی الروحانی البازیؒ کا علم ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمودؒ ایک مرتبہ عرب ریاستوں کے دورے پر تشریف لے گئے تو وہاں ریاست میں قاضی القضاۃ اور دیگر بڑے بڑے علماء جمع تھے، وہاں مفتی صاحبؒ نے جو تقریر کی اسے سن کر قاضی القضاۃ کہنے لگے :"واقعی پاکستان میں بھی بڑے علماء بلکہ ہم سے بھی بڑے علماء موجود ہیں"۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں نے پاکستانی علماء میں شیخ محمد موسی البازیؒ کی بہت سی کتب دیکھی ہیں، ان جیسے علماء عرب میں موجود ہیں نہیں۔اس موقعہ پر مفتی صاحبؒ کے ایک ساتھی مولوی یٰسین سے رہانہ گیا اور وہ بول پڑے کہ شیخؒ! آپ جس شیخ محمد موسیٰؒ کو عربوں پر فوقیت دیتے ہیں، جانتے بھی ہیں کہ وہ کون ہیں؟ وہ شیخ محمد موسیٰؒ، مفتی محمودؒ کے تلمیذ ہیں اور انہوں نے فنون کی تمام کتابیں مفتی محمودؒ صاحب سے پڑھی ہیں۔ آپ کو شیخ محمد موسیٰؒ کے علم سے مفتی محمودؒ کے علم کا اندازہ کر لینا چاہئیے" قاضی القضاۃ نے مفتی محمودؒ صاحب سے پوچھا "آپ نے تصنیفات کیطرف کیوں نہیں توجہ دی"۔؟ مفتی صاحبؒ نے فرمایا :"میری ایک تصنیف شیخ محمد موسیٰؒ کو تو آپ نے پڑھ لیا ہے، اگر اس قسم کی دو چار کتابیں اور پڑھ لیں تو آپ کو یہ سوال مجھ سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو گی"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخؒ کو جو ذہانت ولیاقت اور بصیرت عطا فرمائی تھی، وہ قرآن وحدیث اور عالم اسلام کی خدمت کیلئے دی تھی۔ انکی علمی مصروفیات قدرت نے انکی تسکین کیلئے پیدا کر رکھی تھیں۔ علمی دنیا کے علاوہ عام اسلوب گفتار میں بھی کوئی ابہام پیچیدگی یا پہیلی نہیں ہوتی تھی، وہ جس چیز پر بولتے کھل کر بولتے، وہ ہر بات منہ پر کرتے، پیٹھ پیچھے بات کرنا ان کے نزدیک جائز نہ تھا۔ خدا خوفی کا ایک وصف یہ ہوتا ہے کہ انسان 'انسانوں کیطرف سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخؒ کو رب کائنات نے ہر خوف سے بے نیاز کر دیا تھا، انکے نزدیک طاقت کا

سر چشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور وہ اس ذات کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ فکر و عزیمت بلندی اللہ رب کائنات کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن جو حضرات اس نعمت سے سر فراز ہوتے ہیں قوت برداشت اور صبر و تحمل کے باوجود یہ ان کیلئے امتحان و آزمائش اور عظیم ترین مجاہدہ بن جاتی ہے ابنائے زمانہ انکی اس بلندی کا ساتھ دینے سے قاصر رہتے ہیں اور ان حضرات کیلئے ابنائے زمانہ پست سطح پر اترنا ممکن نہیں رہتا۔ یہی کشاکشی ان کیلئے صبر آزما مجاہدہ ثابت ہوتی ہے۔ حضرت شیخؒ روح ایک عرصہ سے اس کشاکشی کو برداشت کر رہی تھی۔ وہ اس ملک میں اسلام کو غالب دیکھنا چاہتے تھے اور اس کیلئے انہوں نے اپنی صحت و قوت ساری پونجی داؤ پر لگادی۔ انکے قلب و جگر میں کوئی آرزو اور امنگ تھی تو محض یہ کہ یہ ملک اسلامی عظمت کا گہوارہ بنے گا۔ یہاں اسلامی حدود نفاذ ہوگا۔ اسلامی نظام حیات کی برکات سے خلق خدا فائدے اٹھائے گی اور یوں ایک بار پھر خیر و فلاح کے دور کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ فرمایا کرتے کہ رات کے بعد دن کا آنا فطری عمل ہے اور جو فطرت عمل کے برعکس رویہ اختیار کرتا ہے اسکے عبرتناک انجام سے تاریخ کے صفحات اٹے پڑے ہیں صرف انکو دیکھنے، سننے اور سمجھنے کیلئے دیدہ بینا، گوشِ ہوش اور قلب سلیم کی ضرورت ہے۔

حضرت شیخؒ کی شدید خواہش تھی کہ وطن عزیز پاکستان جس مقصد کے تحت حاصل کیا گیا ہے اکیسویں صدی سے قبل بیسویں صدی ہی میں اللہ تعالیٰ "ملک کے رکھوالوں" کو ایفائے عہد کی توفیق دیدے۔ ملک کی اہم شخصیات سے ملاقاتوں میں وہ بار بار نفاذ شریعت کا کہتے اور اس سلسلے میں بہت سی نصیحتیں کرتے، مثال میں افغانستان میں طالبان کی شرعی حکومت اور اسکے نتیجے میں قائم ہونے والے امن و امان کا ذکر فرماتے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی ملک کے لوگوں کے مزاج کے خلاف اگر کوئی نظام وہاں قائم ہوگا تو وہ اس ملک کے ضعف و کمزوری کا سبب ہوگا۔ اس لئے پاکستان میں استحکام کیلئے ضروری ہے کہ یہاں سب سے پہلے اسلامی نظام قائم کرنے کی حقیقی معنوں میں کوشش کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کاوشوں و نصیحتوں اور دعاؤں کا بھی نتیجہ تھا جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو نفاذ شریعت کے اعلان کی توفیق دی۔ (فالحمد للہ)۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کی مشیت شاید یہ چاہتی تھی کہ حضرت شیخ محدث اعظم مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ کے

اس حسن اخلاص، حسن نیت اور قرآن وحدیث کی خدمات کی بدولت اس بیسویں صدی کا خاتمہ ہی "الشیخ محمد موسیٰ البازی" پر کر دیا جائے۔ شاید وہ اکیسویں صدی کی تمہید اور بیسویں صدی کا تمتہ تھے"۔ جملہ یونہی دماغ کے دریچوں سے ہوتا ہوا قلم کی زبان پر آگیا، وگرنہ حضرت شیخؒ کی زندگی وخدمات اس شعر کے مصداق ہیں :-

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں   صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

حضرت شیخؒ کی موت کئی لحاظ سے حسن خاتمہ کی علامت ہے، ایک تو وہ سفر میں تھے اور سفر میں مؤمن کی موت معنوی شہادت ہے۔ پھر یہ سفر بھی سفر صلاۃ تھا۔ ثانیاً یہ کہ مقام بھی مسجد کا تھا۔ ثالثاً یہ کہ پیغام اجل نماز پڑھتے ہوئے آیا۔ رابعاً یہ کہ ان کا خاتمہ ذکر الٰہی پر ہوا۔ یعنی سفر بھی اللہ کیلئے۔۔ گھر بھی اللہ کا۔ عبادت بھی اللہ کی۔ بیشک ایسی موت قسمت والوں کو ہی ملا کرتی ہے۔

عظیم کرامت : تدفین کے بعد حضرت شیخ محدث اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ کی قبر مبارک اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہو گئی۔ جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ لوگوں کا ہجوم تھا جو مرقدِ اطہر کی مٹی تبرکاً اٹھا کے لے جا رہے تھے۔ جو شخص ساری زندگی قال اللہ و قال الرسول ﷺ کا درس دیکر جہاں کو مہکاتا رہا آج رب کائنات نے انکی قبر کو بھی اسی طرح معطر کر دیا ہے جس کی مٹی دیکھنے والوں اور سونگھنے والوں سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جو شخص ساری زندگی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا نام بلند کرتا رہا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے اس طرح محبت کا اظہار فرماتے ہیں جس کا مشاہدہ آج میں اور آپ انکی قبر مبارک کی خوشبودار مٹی کو دیکھ کر کر رہے ہیں۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی ان چودہ صدیوں میں حضرت شیخؒ انگلیوں پر گنی جانے والی چند شخصیات میں سے ایک ہیں جنکی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی (جو الحمدللہ اب تک جاری ہے)۔ حضرت شیخؒ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ بندے تھے؟ انکی اس عظیم کرامت نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں :-

بگفتا من گلے ناچیز بودم   ولیکن مدے باگل نشتم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہ عظیم کرامت جہاں حضرت شیخؒ کی کامل ولایت کی واضح دلیل ہے وہاں مسلک دیوبند کیلئے بھی قابل صد فخر کی بات ہے (فالحمد للہ)۔ حضرت شیخؒ کو شیخ الحدیث والتفسیر کی حیثیت سے جو خدمت رب کائنات نے تفویض فرمائی آخر لحہ تک اس میں مشغول رہے' پھر ان کے طائر روح نے جس سرعت سے پرواز کی وہ بجائے خود ایک حیرت انگیز امر ہے۔ اتنی آسانی سے روح کا قبض ہونا اس ناکارہ کیلئے بالکل ہی نیا مشاہدہ تھا کہ نہ موت سے پہلے کسی بیماری یا تکلیف کی شکایت نہ کسی کی احتیاج اور نہ ہی کسی قسم کے درد و کرب کا اظہار۔ شیخ عطارؒ کے درویش کا واقعہ کتابوں میں پڑھا اور سنا تھا کہ انکی دہلیز پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور کہا کہ ہماری روح تو قبض ہو جائیگی مگر اس کا چشم دید مشاہدہ محدث اعظم مولانا محمد موسیٰ البازیؒ کے وصال سے ہوا کہ اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے مرنے والے یوں بھی مر کر دکھادیا کرتے ہیں۔

اللہ رب کائنات کے لطف و کرم اور اسکی قدرت کاملہ کا منظر دیکھو کہ تھانہ بھون سے ایک شیخ زادے کو اٹھاتے ہیں اور اسے عرب و عجم کا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بنادیتے ہیں۔ ہندوستان ہی کے ایک خاندان کے ایک فرد پر نظر عنایت ہوتی ہے اسے قطبیت کبریٰ کے مقام پر فائز کر کے امام ربانی مولانا حسین احمد مدنی بنادیا جاتا ہے۔ کشمیر کی سنگلاخ زمین سے ایک گمنام خاندان کے فرد کو لایا جاتا ہے اور علوم نبوت کا پورا کتب خانہ اس کے سینے میں انڈیل کر اسے امام العصر مولانا محمد انور شاہ بنادیتے ہیں۔ پاکستان کے ایک گاؤں سے ایک نو مسلم کو لاتے ہیں اور اسے مقام ولایت و صدیقیت پر فائز کر کے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری بنادیا جاتا ہے۔ اور ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک غیر معروف گاؤں سے ایک فرد کو منظر عام پر لاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے محدثین' مفسرین' متکلمین اور محققین کا امام بنا کر محدث اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ البازیؒ کا نام عطا فرمادیتے ہیں۔ حضرت شیخؒ نے بہترین و اعلیٰ درجہ کے اہل علم و کمال اساتذہ سے علم حاصل کیا مگر کسی صاحب کمال سے کچھ حاصل کرنا' حاصل کرنے والے کی اپنی صلاحیت پر موقوف ہوتا ہے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ' مولانا عبدالحق حقانیؒ' مولانا شمس الحق افغانیؒ' مولانا غلام اللہ خانؒ' مولانا لطافت الرحمٰن' خلیفہ احمد و خلیفہ محمد وغیرہ۔ یہ وہ اساتذہ ہیں جو سونا کو

ندن بنانا اور پتھر کو تراش کر ہیرا بنانے کا گُر جانتے تھے۔ حضرت شیخؒ پانچ سال یا اس سے بھی کم عمر ہوں گے کہ والد محترم مولوی شیر محمدؒ کا انتقال ہو گیا۔ والد محترم کے بعد آپکی والدہ محترمہ نے آپکی پرورش فرمائی جو کہ بہت ہی صالحہ، صائمہ اور قائمۃ للہ تعالیٰ خاتون تھیں۔ اگر مائیں حضرت فاطمہؓ کے حیاء، اماں عائشہؓ کے پردہ اور حضرت خدیجہؓ کے تقویٰ کے مطابق زندگی گزاریں تو وہ ایسے عظیم سپوتوں کو جنم دیتی ہیں جنکے کارنامے سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہوتے ہیں۔

والد محترم کے انتقال کے بعد آپ نے اور آپکی والدہ محترمہ نے زمانے کی تند و تلخ آندھیوں اور مصائب کا سامنا کیا۔ آپ نے ابتدائی کتب فقہ اور فارسی کی تمام کتابیں گاؤں کے علماء سے پڑھیں۔ اس عرصہ میں گھر کے کاموں میں والدہ کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ گاؤں میں بارش کے پانی کے علاوہ پانی کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ آپ بعض اوقات پانی کے حصول کیلئے تین تین میل کا سفر کرتے۔ گاؤں میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد بعض علماء کے حکم پر تقریباً دس سال کی کم عمری میں مزید پڑھنے کیلئے عیسیٰ خیل تشریف لے گئے۔

حصول تعلیم کیلئے آپ نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا۔ طلباء کے اجتماع سے ایک مرتبہ خطاب کرتے ہوئے اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ سنایا: کہ دیہات میں پانی کیلئے رہٹ چلائے جاتے تو اس کے چلنے کی آواز رات کو دور دور تک سنائی دیتی جو ساری رات آتی رہتی۔ میں سوچا کرتا کہ یہ رہٹ چلانے والا بھی کوئی آدمی ہوگا جو دنیا کیلئے ساری رات جاگنے کی تکلیف سہتا ہے تو میں اللہ کے دین کو سیکھنے کیلئے کیوں نہیں جاگ سکتا۔ چنانچہ میں کتاب لیکر بیٹھ جاتا اور پڑھتا رہتا۔ یہ گویا کہ ایک طرح کا مقابلہ ہوتا، کبھی میں جیت جاتا اور کبھی رہٹ والا فتح سے ہمکنار ہوتا اور اکثر ساری رات پڑھ کر میں ہی جیت کی خوشیاں سمیٹتا۔ ایک دن ایک شخص کو ساری صورتحال کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ تم عجیب طالب علم ہو، یہ رہٹ والا ایک آدمی نہیں ہے بلکہ کچھ دیر ایک آدمی کام کرتا ہے اتنی دیر میں دوسرے علاقے میں دوسرا آدمی رہٹ چلانا شروع کر دیتا ہے اور اس طرح یہ سلسلہ ساری رات جاری رہتا ہے لیکن آواز کے مسلسل آنے کیوجہ سے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک ہی آدمی ہے، درحقیقت یہ ہے کہ تمھارا مقابلہ بیک وقت کئی آدمیوں سے ہوتا ہے"۔

عبدالخیل میں مفتی محمود صاحبؒ اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بڑی کتابیں پڑھنے کیلئے حضرت شیخؒ اکوڑہ خٹک حقانیہ تشریف لے گئے۔ سال کے آخر میں چھٹیاں ہوئیں تو مولانا غلام اللہ خانؒ کے دورہ تفسیر میں شرکت کیلئے راولپنڈی آگئے۔ اسی سال ایک مخالف گروہ کیطرف سے مولانا غلام اللہ خانؒ پر ایک زبردست منطقی سوال کیا گیا۔ مولانا غلام اللہ خانؒ نے وہ سوال طلباء کے سامنے پیش کر کے کہا! کوئی ایسا طالب علم موجود ہے جو اس سوال کا جواب دے؟ مولانا کے حلقہ درس میں شامل لوگ عالم ہوتے تھے اور حضرت شیخؒ کی ابھی کتابیں مکمل نہیں ہوئی تھیں اس لیے خاموش رہے کہ کوئی اور بولے گا، مگر جب سب خاموش رہے تو مولانا غلام اللہ خانؒ کہنے لگے: اگر تم نہیں بتا سکتے تو اقرار کرو، میں تم کو بتادوں گا۔ سب نے کہا ہم یہ سوال حل نہیں کر سکتے، لیکن حضرت شیخؒ نے مولانا سے کہا: میں آپ کو کل اس کا تحریری جواب دوں گا۔ مولانا، حضرت شیخؒ کی جسارت پر بڑے خوش ہوئے۔ دوسرے روز آپؒ نے عربی میں جواب تحریر کر کے مولانا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مولانا فرمانے لگے! واللہ، یہ لڑکا بڑا منطقی ہے۔ میرے ذہن میں اس سوال کا جو جواب تھا یہ اس سے بھی خوبصورت اور زوردار جواب ہے اور اس نے اسے عربی میں لکھا ہے۔ اس کے بعد مولانا ہر سال سوال دہراتے اور جواب سناتے تھے۔ دوسرے سال مدرسہ قاسم العلوم میں داخلے کیلئے تشریف لے گئے۔ قاسم العلوم میں داخلے کا امتحان صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی مشکل کتابوں میں زبانی امتحان دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر استاد مولانا عبدالخالق کو بتایا کہ ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔ کتابوں کی تکمیل کے بعد کوئٹہ کے مدرسہ مطلع العلوم میں پہلی مرتبہ مدرس مقرر ہوئے جہاں علم کا یہ آفتاب جہاں کو اپنی علمی روشنی سے منور کرنے کے بعد پنجاب کے علاقے بورے والا تشریف لے گئے جہاں دارالعلوم اسلامیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں ملتان میں مدرسہ قاسم العلوم میں تقرری ہوئی۔

(جاری ہے)